OPEN ACCESS

ABHATH

(Research Journal of Islamic Studies)

Published by: ***Department of Islamic Studies, Lahore Garrison University, Lahore.***

ISSN (Print) : 2519-7932

ISSN (Online) : 2521-067X

October-December-2022

Vol: 7, Issue: 28

Email:abhaath@lgu.edu.pk

OJS:https://ojs.lgu.edu.pk/index.php/abhath/index

قرائن کی حجیت: کتاب و سنت کے دلائل کا جائزہ

Authority of Circumstantial Evidence: Review of the Arguments from Quran & Sunnah

DOI: https://doi.org/10.54692/abh.2022.07281597

Ghulam Farooq

Assistant Professor, Department of Islamic Studies, Govt. Allama Iqbal Graduate College Sialkot:gfnaeemi@gmail.com

Naseem Mahmood

Associate Professor, Department of Islamic Studies, Govt. Allama Iqbal Graduate College Sialkot:drnasimskt@gmail.com

Abstract

Circumstantial evidence holds great importance in this age. Islam too, has given special importance to circumstantial evidence. If no evidence is found, the decision can be made in the light of circumstantial evidence if the case is not related to, Hadood and Qisas. Sometime circumstantial evidence supports and strengthens other available evidence.Since Quran & Sunnah have not denied the circumstantial evidence and its authenticity exists in our Sharia also .Trust in circumstantial evidence and apparent marks is obligatory because it ensure Justice to the victim, and the orders or not delayed and people get their rights in this regard the example of Holy Prophet (SAW) is enough when he said emergence of the menstruation blood is the symbol of an empty uterus and that woman is impregnate this commandment has been described as the end of iddat duration. The sexual intercourse has also been made forbidden and after that wedlock has been declared lawful .This is the best proof to justify circumstantial evidence and a clear example of action based on circumstantial evidence.

Keywords: *Circumstantial Evidence*, *Hudood*, *Qisas*, *Evidence*

واقعاتی شہادت (قرائن کی شہادت) کی اس زمانے میں بہت اہمیت ہے۔اسلام میں بھی قرائن کی شہادت کو ایک خاص اہمیت دی گئی ہے۔اگر کوئی اور شہادت دستیاب نہ ہو تو حدود و قصاص کے علاوہ قرائن کی شہادت پر

فیصلہ کیا جاسکتا ہے اور بعض دفعہ قرائن اور واقعاتی شہادتیں دیگر شہادتوں کے لیے تائید اور تقویت کا باعث بنتی ہیں اور چونکہ قرآن اور سنت میں اس واقعاتی شہادت کا رد نہیں کیا گیا اس لیے ہماری شریعت میں بھی اس کا حجت ہونا برقرار ہے۔

قرائن اور ظاہری علامات پر اعتماد واجب ہے کیوں کہ اس سے مظلوم کو عدل و انصاف ملتا ہے اور اس صورت میں احکام بھی تعطل کا شکار نہیں ہوتے اور تمام لوگوں کو ان کے حقوق ملتے ہیں اور اس پر ہمارے لیے شارع علیہ السلام کی وہ مثال ہی کافی ہے جس میں آپ ﷺ نے فرمایا کہ حیض کے خون کا جاری ہونا رحم کے بری ہونے کی نشانی ہے اور اس کے حمل سے خالی ہونے کی نشانی ہے۔ اور اس حکم کو عدت کی انتہاء کی نشانی قرار دیا ہے، اور دوران حیض رجوع سے بھی منع کیا ہے اور اس کے بعد عقد کو جائز قرار دیا ہے اور یہ قرینہ کے جواز کی سب سے اہم اور ضروری مثال ہے اور یہ عمل بالقرائن کی ترجیح کی واضح مثال ہے۔

قرائن کی مشروعیت

قرائن کی مشروعیت وحجیت کے بے شمار دلائل قرآن وسنت میں موجود ہیں البتہ اس کے جواز اور عدم جواز اور اس کی حدود و قیود پر مسلم فقہا میں اختلاف واقع ہوا ہے۔ بہر حال اس مضمون میں اس کی کتاب وسنت سے حجیت اور اس کی حدود و قیود کا جائزہ لیا جاتا ہے۔ ذیل میں کتاب وسنت کے چند دلائل بیان کیے جاتے ہیں:

1۔ چہروں پر نشان۔ کثرت قیام اللیل پر قرینہ

اہل ایمان کے چہروں سے ان کے تقوی وطہارت اور ان کی نرم دلی کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے جس کی طرف اشارہ قرآن مجید میں دیا گیا ہے تو گویا مومنین کی ظاہری حالت اور ان کے چہروں پر سجدوں کے نشانات ان کے نمازی ہونے کا قرینہ ہیں۔ اور کتاب اللہ کی وہ آیت جو کہ صحابہ کرام کی شان میں بیان کی گئی ہے وہ یہ ہے ''سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ''[1]۔ اُن کی نشانی اُن کے چہروں پر سجدوں کا اثر ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ چہروں پر سجدوں کے اثر سے علامت ہونے سے مراد اچھے اخلاق ہیں۔[2]۔ جبکہ امام ابن کثیر اس آیت کی تفسیر میں چند اقوال کا ذکر کرتے ہیں۔ حضرت مجاہد فرماتے ہیں کہ اس سے

---

[1]. الفتح، ۴۸:۲۹ — Al Qur'ān, 48: 29.

[2] محمد بن جریر طبری، جامع البیان عن تاویل آی القرآن، ۱۱/۳۷

Muhammad Bin Jarīr Tabrī, Jām`-ul-Baīān`an Ta'ūīl-i-Aāī-il-Qur'ān, 11/37.

مراد خشوع اور تواضع مراد ہے۔ حضرت منصور علیہ الرحمہ امام مجاہد سے فرماتے ہیں کہ اس سے مراد نماز کا نشان ہے جو ماتھے پر پڑ جاتا ہے آپ نے فرمایا یہ تو ان پیشانیوں پر بھی ہوتا ہے جن کے دل فرعون سے زیادہ سخت ہوتے ہیں، حضرت سعدی فرماتے ہیں کہ نماز ان کے چہرے اچھے کر دیتی ہے۔ بعض سلف سے منقول ہے کہ جو رات کو بکثرت نمازیں پڑھے گا اس کا چہرہ دن کو خوبصورت ہو گا۔ حضرت جابر رضی اللہ تعالی عنہ کی روایت سے ابن ماجہ کی ایک مرفوع حدیث میں بھی یہی مضمون ہے[3]

امام ابن کثیر فرماتے ہیں کہ بعض بزرگوں کا قول ہے کہ نیکی کی وجہ سے دل میں نور پیدا ہوتا ہے، چہرے پر رونق آتی ہے اور رزق میں کشادگی پیدا ہوتی ہے اور لوگوں کے دلوں میں محبت پیدا ہوتی ہے۔ امیر المومنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالی عنہ کا فرمان ہے کہ جو شخص اپنے اندرونی پوشیدہ حالات کی اصلاح کرے اور برائیاں پوشیدگی سے کرے تو اللہ تعالی اس کے چیرے کی سلوٹوں پر اس کے زبان کے کناروں پر ان کی نیکیوں کو ظاہر کر دیتا ہے۔[4] الغرض دل کا آئینہ چہرہ ہے جو اس میں ہوتا ہے اس کا اثر چہرہ پر ہوتا ہے پس مومن اپنے دل کو درست کر لیتا ہے اور اپنا باطن سنوار لیتاہے۔ امام قرطبی اس آیت مبارکہ کی وضاحت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"تعر فهم بسيما هم)فيه دليل على ان للسيما اثرا فى اعتبا ر من تظهر عليه ذلک حتى اذا راينا فى دارالاسلا م وعليه و زنا ر و هو غير مختون فى مقا بر المسلمين و يقدم ذلک على حكم الدار فى اكثر العلما ء و منه قوله تعا لى "ولتعرفنهم فى لحن القول"الى ان يقول فدلت الاية على جو از صرف الصدقة الى من له ثياب و كسو ة وزى فى التجمل واتفق العلما ء على ذلک۔[5]

تو انہیں ان کے چہروں سے پہچان لے گا کہ چہروں میں جو اثر ہے وہ ظاہر ہو رہا ہے۔ اس بات کو کہ جب ہم دار سلام میں دیکھتے ہیں اور ان پر زنار کے نشانات ہیں وہ وہ غیر مختون ہیں مقابر المسلمین میں۔ اکثر علماء کے نزدیک ان کو دار السلام کے حکم پر ہی مقدم کیا جائے گا۔ اور اللہ تعالی کا قول کہ تم ضرور انہیں ان کی خوبصورت آواز سے پہچان

---

[3] محمد بن یزید ابن ماجہ، السنن، کتاب الاقامۃ، باب ماجاء فی قیام اللیل، (دار احیاء الکتب العربیۃ، بیروت)، رقم الحدیث:۱۳۳۳۔
Muhammad Bin īazīd Qazuīnī Ibn-i-Māja , Al-Sunan, Bāb Mā Jā ʾa Fī Qiīām-il-Laīl (Dār-Ihīā-il-Kutub-il-`arabīīah, Bīrūt), Hadīth No. 1333

[4] اسمعیل بن عمر بن کثیر الدمشقیؒ، تفسیر ابن کثیر (مکتبہ اسلامیہ، لاہور)
Ismā`īl Bin `umar Ibn-i-Kathīr, Tafsīr ul-Qur'an-il-`azīm (Maktabah Islāmīah, Lāhore)

[5] محمد بن احمد القرطبی، الجامع لأحکام القرآن (دار القلم القاھرۃ ۱۳۸۶ھ)، ۳/۳۴۱
Muhammad Bin Ahmad Al-Qarṭabī, Al-Jāmi` Li Ahkām-il-Qur'ān (Dār-ul-`ilm, Al-Qāhirah, 1386AH), 3/341.

لوگ ے ۔کتاب اللہ کی دلیل اور تفسیری اقوال قرائن کی حجیت اور اس کی مشروعیت کی واضح دلیل ہیں۔امام ابن کثیر اور امام قرطبی نے اس بات پر استدلال کیا ہے کہ سجدوں کے نشانات اہل ایمان کے متقی ہونے کی علامات ہیں۔

۲۔علامات اور ستارے۔منزل کے حصول کے لیے قرینہ

قرائن کی مشروعیت اور اس کے جواز کی ایک دوسری دلیل یہ ہے کہ قدرت کی نشانیاں بھی انسان کی رہنمائی کے لئے اہم کردار ادا کرتی ہیں جیسا کہ سورۃ نحل کی آیت نمبر 16 میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔''وَعَلٰمٰتٍ وَبِالنَّجْمِ هُمْ يَهْتَدُوْنَ''[6] اور (دن کو راہ تلاش کرنے کے لیے) علامتیں بنائیں، اور (رات کو) لوگ ستاروں کے ذریعہ (بھی) راہ پاتے ہیں۔اس آیت کی تفسیر مفسر قرآن حضرت عبداللہ ابن عباس یوں فرماتے ہیں:

''علامات سے مراد پہاڑ، نہریں، ہوائیں وغیرہ مراد ہیں اور نجوم ستاروں کہتے ہیں اسی کی بہت سے آیات قرآن مجید میں ہیں جن سے واضح ہوتا ہے کہ قرائن یعنی علامات اور امارات ہمارے دعوؤں اور فیصلوں میں مدومعاون ہوسکتے ہیں اور حجت بن سکتے ہیں''[7]

اس آیت میں زمین وآسمان ستاروں اور سیاروں پہاڑوں اور وادیوں کا نظارہ ہدایت حاصل کرنے والوں کیلئے قرینہ ہے۔ پس ثابت ہوا کہ قرآن مجید کی آیات سے قرینہ کے معتبر ہونے کے واضح دلائل موجود ہیں۔اور صریح نص سے اس کا اثبات کیا جارہا ہے۔

۳۔مسجد میں جانا۔ایمان کا قرینہ

قرائن کے جواز اور اس کی مشروعیت کی ایک دلیل یہ ہے کہ بندہ کا نماز کی ادائیگی کے لئے مسجد میں جانا اس کے مومن ہونے کی علامت ہے جیسا کہ حدیث مبارکہ میں بیان کیا گیا ہے نبی کریم ﷺ نے فرمایا:' اذَا رَأَيْتُمُ الرَّجُلَ يَعْتَادُ المسْجِدَ فَاشْهَدُوا لَهُ بِالإِيمَانِ '[8] جب تم آدمی کو دیکھو کہ مسجد میں آنے جانے کا عادی ہے تو اس کے ایمان کی گواہی دو۔'' مذکورہ حدیث سے ابن قیم استدلال کرتے ہوئے لکھتے ہیں

---

[6] النحل،۱۶: ۴۸ Al Qur'ān,16: 48.

[7] محی الدین ابن عربی، تفسیر القرآن العظیم (انتشارات ناصر، ایران)، ۳/۲۳۴
Muhī-ul-Dīn Ibn-i-`arabī, Tafsīr ul-Qur'an-il-`azīm, (Intishārā-i-Nāsir, Iran) 3/234.

[8] ابنِ ماجہ، السنن، کتاب المساجد والجماعات، رقم: ۸۰۲
Ibn-i-Mājah, Al-Sunan, Kitāb-ul-Masājid-e-Wal-Jamā`āt, Hadīth No.802

"جعل الرسول ﷺ مداومة الرجل المسلم على ارتياد المسجد وشهود الصلوات الخمس جماعة، لا يتاخر عنها الا لعذر مشروع دليلا ومارة قوية كاية كافية لان يشهد له بالايمان۔وهذادليل على مشروعية القرائن"[9]

نبی کریم ﷺ نے مسلمان آدمی کی مسجد میں باقاعدگی اور مداومت۔اور پانچ نمازوں میں اس کی جماعت کے ساتھ حاضری کو اس کے ایمان کی گواہی کے لیے قرینہ بنایا ہے۔اور یہ قرینہ کی مشروعیت پر بڑی دلیل ہے"

4۔ جھوٹ، وعدہ خلافی اور خیانت منافقت کے قرائن

قرائن کی حجیت کی ایک اور دلیل حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ کی وہ روایت ہے جس میں جھوٹ، وعدہ خلافی اور خیانت کو آپ ﷺ نے منافقت کی نشانی قرار دیا ہے جیسا کہ حدیث میں ہے۔

' عَنْ أَبِي هُرَيْرَة، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ:" آيَة المنَافِقِ ثَلاَثٌ: إِذَا حَدَّثَ كَذَبَ، وَإِذَا وَعَدَ أَخْلَفَ، وَإِذَا اؤْتُمِنَ خَانَ[10]

"حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت کیا ہے اور انہوں نے نبی کریم ﷺ سے۔بے شک آپ ﷺ نے فرمایا کہ منافق کی تین نشانیاں ہیں: جب بات کرے تو جھوٹ بولے اور جب وعدہ کرے تو وعدہ خلافی کرے۔اور جب امانت رکھوائی جائے تو اس میں خیانت کرے"

حدیث سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ آدمی کے اندر مذکورہ عادات کا پایا جانا اس کے منافق ہونے کی نشانی ہے اور یہ قرائن کی حجیت پر واضح دلیل ہے اسی طرح ایک اور روایت جس کو امام بخاری نے اپنی کتاب میں ذکر کیا ہے جس میں عملی منافق کی نشانیوں کا ذکر کیا گیا ہے۔

---

[9] محمد بن ابی بکر ابن قیم، الطرق الحکمیة فی السیاسة الشرعیة (الموسسة العربیة للطباعة والنشر القاھرة)، ص:۲۵۹
Muhammad Bin Abī Bakr Ibn-i-Qaīīam, Al-Turuq-ul-Hukmiīīah Fī-all-Sīāsat-il-Shar`iīīah (Al-Muassasat-ul-`arabīah Li-il-Tabā`ah, Al-Qāhirah, Misr), P: 259.

[10] محمد بن اسماعیل بخاری، الجامع الصحیح، کتاب الایمان، باب علامة المنافق، (نور محمد اصح المطابع، کراچی، 1381ھ)، رقم الحدیث: ۳۳۔
Muhammad Bin Ismāīl Bukhāīrī, Al-Jām`-ul-Saḥīḥ, Kitāb-ul-Iīmān, Bāb-o-`alāmat-il-Nifāq (Nūr Muhammad Asahh-ul-Matabi`,Karachi,1381AH),Hadīth No.33.

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: أَرْبَعٌ مَنْ كُنَّ فِيهِ كَانَ مُنَافِقًا خَالِصًا، وَمَنْ كَانَتْ فِيهِ خَصْلَةٌ مِنْهُنَّ كَانَتْ فِيهِ خَصْلَةٌ مِنَ النِّفَاقِ حَتَّى يَدَعَهَا: إِذَا اؤْتُمِنَ خَانَ، وَإِذَا حَدَّثَ كَذَبَ، وَإِذَا عَاهَدَ غَدَرَ، وَإِذَا خَاصَمَ فَجَرَ،[11]

"حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ تعالی عنہما نے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ چار باتیں جس میں پائی جاتی ہوں گی وہ خالص منافق ہوگا اور جس میں یہ عادتیں پائی جائیں گی اس میں نفاق ہوگا یہاں تک کہ وہ اسے چھوڑ دے، جب امانت رکھوائی جائے تو اس میں خیانت کرے اور بات کرے تو جھوٹ بولے اور وعدہ کرے تو دھوکہ دے اور جب کسی سے لڑے تو گالی دے"

بیان کی گئی حدیث مبارکہ میں نبی کریم ﷺ نے جھگڑے کو قرینہ پر محمول کیا ہے اور اس کا اعتبار کیا ہے اور یہ اس آدمی کے منافق ہونے پر قرینہ ہے نفاق کا ظہور قرینے کے اعتماد پر واضح قرینہ ہے۔ اسی موضوع پر حدیث جو کہ علامات نفاق پر دلالت کرتی ہیں جیسا کہ ارشادِ نبوی ﷺ ہے۔" آيَةُ المُنَافِقِ ثَلاَثٌ: إِذَا حَدَّثَ كَذَبَ، وَإِذَا وَعَدَ أَخْلَفَ، وَإِذَا اؤْتُمِنَ خَانَ" [12] "منافق کی تین نشانیاں ہیں، جب بات کرے تو جھوٹ بولے اور جب وعدہ کرے تو وعدہ خلافی کرے اور جب امانت رکھوائی جائے تو اس میں خیانت کرے"۔

۵۔ بچے کی ماں کا فیصلہ۔ ممتا کی محبت کا قرینہ

اثبات بالقرائن پر ایک اور مشہور حدیث بخاری، مسلم اور نسائی نے حضرت ابو ہریرہ سے روایت کی ہے۔

" عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: كَانَتِ امْرَأَتَانِ مَعَهُمَا ابْنَاهُمَا، جَاءَ الذِّئْبُ فَذَهَبَ بِابْنِ إِحْدَاهُمَا، فَقَالَتْ لِصَاحِبَتِهَا: إِنَّمَا ذَهَبَ بِابْنِكِ، وَقَالَتِ الأُخْرَى: إِنَّمَا ذَهَبَ بِابْنِكِ، فَتَحَاكَمَتَا إِلَى دَاوُدَ عَلَيْهِ السَّلاَمُ فَقَضَى بِهِ لِلْكُبْرَى، فَخَرَجَتَا عَلَى سُلَيْمَانَ بْنِ دَاوُدَ عَلَيْهِمَا السَّلاَمُ فَأَخْبَرَتَاهُ، فَقَالَ: ائْتُونِي بِالسِّكِّينِ أَشُقُّهُ بَيْنَهُمَا، فَقَالَتِ الصُّغْرَى: لاَ تَفْعَلْ يَرْحَمُكَ اللَّهُ هُوَ ابْنُهَا فَقَضَى بِهِ لِلصُّغْرَى"قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ: «وَاللَّهِ إِنْ سَمِعْتُ بِالسِّكِّينِ قَطُّ إِلَّا يَوْمَئِذٍ، وَمَا كُنَّا نَقُولُ إِلَّا المُدْيَةَ[13]"

---

[11] بخاری، الجامع الصحیح، کتاب الایمان، باب علامۃ المنافق، رقم: ۴۳
Bukhārī, Al-Jām`-ul-Sahīh, Kitāb-ul-Iīmān, Bāb-o-`alāmat-il-Nifāq, Hadīth No.43.

[12] ایضاً، رقم ۳۳
Ibid, Hadīth No.33

[13] ایضاً، کتاب الفرائض، باب اذا دعت المراۃ ابنا، رقم: ۶۷۶۹
Ibid, Kitāb-ul-Farāīdh, Bāb-o-Idā Da`at-il-Marātu Ibnan, Hadīth No.6769.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ روایت وہ نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ دو عورتیں اپنے بیٹوں کے ہمراہ بیٹھی ہوئی تھیں کہ ایک بھیڑیا آیا اور ان میں سے ایک کے بیٹے کو کھا گیا، ان میں سے ہر ایک نے دوسری سے کہا کہ وہ اس کے بیٹے کو کھا گیا ہے تو حضرت داود علیہ السلام کے پاس اس کا فیصلہ کروایا گیا پس آپ نے بڑی (عورت) کے حق میں فیصلہ کر دیا۔ پس وہ دونوں سلیمان بن داود کے پاس گئیں اور ان کو اس معاملہ کی خبر دی تو آپ نے فرمایا کہ چھری لاؤ اور اس کو کاٹ کر ان دونوں میں تقسیم کر دو تو اس پر چھوٹی نے کہا ”نہیں“ اللہ آپ پر رحم کرے اس بڑی کا ہی ہے اس پر آپ نے چھوٹی کے حق میں فیصلہ کر دیا“۔

امام نووی رحمۃ اللہ نے اس حدیث کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایاولم يكن مراده ان يقطعه حقيقة وانما اراد اختيار شفقتها لتتميز له الام، فلما تميزت بما ذكرت عرفها[14]۔امام نووی فرماتے ہیں کہ یہاں پر حقیقی کاٹنا مراد نہیں بلکہ یہاں ان کی محبت کو جانچنا مقصود تھا تا کہ اس کی (حقیقی) ماں کو جانا جاسکے پس اس سے حقیقی ماں کو پہچان لیا گیا“ جیسا کہ حدیث سے ظاہر ہوتا ہے۔ یہاں پر حضرت سلیمان علیہ السلام کی فہم و فراست قرینہ پر دلالت کرتی ہے۔ امام نووی اس حدیث کی مزید وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

حيث فهم سليمان وفطن الى ان رضا الكبرى بالشق قرينة على كذبها، واستنبط من قرينة رفض الصغرى لشقه واعترافها بانه ابن الكبرى، على ان الولد ابنها وقدمه على اعترافها وهو قولها (وان عاطفتهابرفض الشق قرينة قوية على صدقها وان الولد ابنها۔قال الله تعالى: (ففهمنا ها سليمان وكلا آتينا حكماً وعلماً)“[15]

”یہاں پر حضرت سلیمان کی فہم و فراست ظاہر ہو رہی ہے آپ نے گمان کیا کہ بیٹے کے کاٹنے پر بڑی عورت کی رضا اس کے جھوٹا ہونے پر قرینہ ہے۔ اور اس پر آپ نے یہ بھی استنباط کیا کہ چھوٹی اس کے کاٹنے کا انکار اور بڑی کے ہونے کا اعتراف، اس بات پر قرینہ ہے کہ بیٹا اسی کا ہے اور اس چھوٹی عورت کے کاٹنے کا انکار کرنا اس کی سچائی پر قرینہ ہے کہ بچہ اسی ہی کا ہے (حضرت سلیمان علیہ السلام اس بات کو سمجھ گئے، ہم نے ان کو علم و حکمت عطا کیا“

---

[14] یحی بن شرف النووی، شرح علی الصحیح المسلم (بیروت: دار الکتب العلمیۃ)، ۱۲/۱۸

Yahīā Bin Sharf Al-Naūaūī, Sharh-o-`alā-al-Sahīh-il-Muslim (Bīrūt: Dār-ul-Kutub-il-`ilmīah), 12/18.

[15]۔ ایضاً

Ibid

امام ابن قیم حضرت سلیمان علیہ السلام کے واقعہ اور امام نووی کے بیان کردہ موقف پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"قوله ﷺ حكاية عن الصغرى: (لاتفعل يرحمک الله هو ابنها) فاستدل اولاً: برضى الكبرى بالشق وانها قصدت الا ستروح والتشفى من الصغرى لفقد ولدها۔ واستدل ثانياً: بشفقة الصغرى وعدم رضاها بذلک لما قام فی قلبها من الشفقة والرحمة التى وضعها الله تعالىٰ في قلب الام ، استدل بذلک على ان الولد ابنها وانها آثرت حياته۔ فاتضحت هذه القرينة مع ما أضاف الى ذلک من القرينة الدالة على صدقها الامر الذى جعله يحكم به للصغرى"۔[16]

"واقعہ حضرت سلیمان علیہ السلام میں آپ ﷺ کا یہ فرمان جو آپ نے چھوٹی کے حق میں فرمایا (ایسا نہ کرو اللہ تجھ پر رحم کرے یہ اس (بڑی) کا بیٹا ہے اس سے کئی طرح استدلال ہوتے ہیں استدلال اول: بڑی کا کاٹنے کے بارے میں راضی ہونا اور اس کا ارادہ کرنا۔ اور استدلال ثانی: چھوٹی کی شفقت اور عدم رضا اس لیے تھی کہ اس کے دل میں شفقت اور رحم تھا جو کہ اللہ تعالی نے اک ماں کے دل میں رکھا ہو تا ہے، اور اس سے یہ استدلال ہو تا ہے کہ بچہ اسی کا تھا اور اس میں اس کی زندگی کا اثر تھا۔ پس یہ قرینہ چھوٹی عورت کے صدق پر دلالت کرتا ہے جس کی وجہ سے چھوٹی کے حق میں فیصلہ کیا گیا۔

پس حضرت یوسف علیہ السلام کے واقعے اور حضرت سلیمان کے قصے کو حکم کے اثبات میں قوت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے اور ان پر اعتماد کیا گیا ہے اور رسول اللہ ﷺ کا ان قصوں کو بیان فرمانا ان کی اہمیت اور حجیت پر واضح دلیل ہے اور مفسرین نے ان پر اعتماد کیا ہے اور ان سے قرائن کی حجیت پر مسائل کا استنباط کیا ہے اور یہ قرائن کی بناپر فیصلہ کی مشروعیت کی دلیل ہے۔ اس واقعہ پر امام ابن قیم تبصرہ کرتے ہوئے کہتے ہیں:

"فاتضحت هذه القرينة عنده حتى قدمها على اقرارها فانة حكم به لها مع قولها(هو ابنها) وهذا هوالحق۔۔۔ويقول: واى شيىء احسن من اعتبار هذه القرينة الظاهرة "[17]

---

[16] محمد بن ابی بکر ابن قیم، الطرق الحکمیۃ فی السیاسۃ الشرعیۃ (القاھرۃ: المؤسسۃ العربیۃ للطباعۃ والنشر)، ۱۳۸۰، ص:٦

Muhammad Bin Abī Bakr Ibn-i-Qayyam, Al-Turuq-ul-Hukmiīīah Fī-all-Sīāsat-il-Shar`iīīah (Al-Qāhirah: Al-Muassat-ul-`arabiīīah Li-il-Tabā`at-i-Wa-al-Nashr), P: 6.

[17] ۔ ایضاً، ص:۲۳

Ibid, P: 23.

اس قرینہ کی بناپر اس کے اقرار کی تقدیم ظاہر ہوتی ہے پس اس کا یہ حکم اس کے اس قول کے ساتھ کہ وہ اس کا بیٹا ہے اور یہ حق ہے۔ اور وہ فرماتے ہیں کہ اس ظاہری قرینہ کے اعتبار سے زیادہ سے زیادہ پسندیدہ ہے۔ قرینہ کی حجیت اور واقعہ حضرت یوسف علیہ السلام اور قصہ سلیمان علیہ السلام پر یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ اس قصہ کے استدلال پر یہ اعتراض کیا جاتا ہے۔ کہ یہ ہم سے ماقبل شریعتوں کے لیے ہے اور یہ ہماری شریعت میں نہیں ہے اس لیے یہ ہمارے لیے قابل حجت نہیں"۔ عبد الوھاب خلاف اس مذکورہ واقعہ پر اعتراض کا جواب دیتے ہیں:

"ویمکن الا جابة علیه: بان علماء الاصول قرروا ان شرع من قبلنا یکون شرعاً لنا اذا سبق بطریق یفید استحسانه، او ورد فی شریعتنا ماءؤیده ویدعه، ولم یرد ما یفید انکاره، وقد ورد فی القرآن الکریم والسنة المطهرة العمل بالقرائن فی کثیر من المناسبات، ففی هذه الحالة یصبح من باب التقریرات، وما جاء فی القرائن فمن هذا القبیل۔[18]

اس کے ممکنہ کے جوابات یہ دیئے گئے ہیں۔ بے شک علماء اصولیین نے یہ جواب دیا ہے کہ ما قبل شرائع بھی ہمارے لیے قابل حجت ہیں اور یہ کہ اس سے بے شمار فوائد حاصل ہوتے ہیں جس طرح ہماری شریعت میں اس کی تائید بھی کی گئی ہے اور اس پر اعتماد بھی کیا گیا ہے۔ اور اس پر کوئی انکار بھی وارد نہیں ہوتا۔ قرائن پر عمل قرآن و سنت میں بھی کثیر مناسبت کے ساتھ وارد ہوتا ہے۔ اور یہ حالت تقریرات کے باب میں زیادہ واضح ہوتی ہے اور اور قرائن پر عمل اسی قبیل سے ہے"

۶۔ تلوار کا خون۔ قتل کا قرینہ

قرینہ پر مزید شہادت بخاری و مسلم کی بیان کردہ اس حدیث سے ملتی ہے کہ:

حضرت عبد الرحمن بن عوفؓ سے مروی ہے کہ عفراء کے دو بیٹوں نے غزوہ بدر میں ابو جہل کے قتل کرنے کا دعویٰ کیا تو رسول اللہ نے فرمایا۔ ان دونوں نے کہا نہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا مجھے اپنی تلواریں دکھاؤ تو جب آپ ﷺ نے ان کو تلواروں کو دیکھا تو فرمایا تم دونوں نے ہی اس کو قتل کیا ہے۔ اور اس سے سلب شدہ چیز کے معاذ بن عمرو بن جموح کو دیئے جانے کا فیصلہ فرمایا۔ اور یہاں دو آدمیوں سے مراد، معاذ بن عمرو بن جموح اور معاذ بن عفراء ہیں۔[19]

---

[18] عبد الوہاب خلاف، علم اصول فقہ کویت: الدار الکویتیہ للطباعۃ والنشر والتوزیع، ص ۹۳

`abd-ul-Wahhāb Khallāf, `ilm-o-Usūl-il-Fiqh, (Al-Dār-ul-Kuūtiīah Li-al-Tabā`ah Wa-al-Nashr Wa-al-Taūzī`), P:93.

[19] النووی، شرح علی الصحیح المسلم، بیروت: دار الکتب العلمیہ، ۲/۶۱

Al-Naūaūī, Sharh-o-`alā-al-Sahīh-il-Muslim, 2/61.

امام ابن قیم اس حدیث مبارکہ پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:۔ "اب اس حدیث سے استدلال کرتے ہوئے جب غور کیا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ابو جہل سے سلب شدہ غنیمت کے بارے میں دعویداروں میں سے جس کے حق میں فیصلہ فرمایاوہ اس کی تلوار پر خون کے اثرات کی وجہ سے تھا۔ کہ اسی نے آگے بڑھ کر اس کو قتل کیا ہے؟ تو یہ خون کے نشان ایک ایسا قرینہ ہے جس پر شارح علیہ الصلوۃ والسلام نے حکم شرعی یعنی ابو جہل سے سلب شدہ اشیاء کے حق کا فیصلہ سنایااور یہ معاملہ قرینہ کی مشروعیت پر واضح دلیل ہے"۔ابن قیم نے اس کی مزید وضاحت کرتے ہوئے کہا کہ یہ ایک عمدہ کلام ہے اور اتباع کا زیادہ مستحق ہے کیونکہ تلوار کے "پھل" پر خون کا اثر ایک عمدہ گواہی ہے۔

۷۔حلیے کے قرینے کی بناپر۔بچے کے اصل نسب کا تعین:

ایک فیصلہ جو نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا قرینہ کی حجیت پر واضح دلیل ہے:

"جب ایک صحابی نے نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے سامنے اس شخص کا حلیہ بیان کیا کہ جسے اس نے اپنی بیوی کے پاس پایا تھاتو آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا کہ اگر یہ سیاہ آنکھوں والے اور لمبی پنڈی والے کو جنم دیتی ہے تو یہ شریک بن سعما کا ہے پھر اس نے ایسے ہی بچے کو جنم دیا تو رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا کہ اگر کتاب اللہ کا حکم نہ آچکا ہو تا تو پھر میرا حکم اس معاملہ میں لازمی ہوتا۔[20]

رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے بچے کے درمیان اور جس کے مشابہ ان دونوں کے درمیان جو شباہت قائم ہو رہی ہے اس کو زنا کی تہمت کی سچائی پر دلیل اور قریت بنادیا ہے اسی لیے جب اس نے بیان کردہ اوصاف والے بچے کو جنم دیا تو رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا کہ اگر کتاب کا فیصلہ نہ آچکا ہو تا یعنی لعان کا حکم نہ آچکا ہو تا تو پھر میرا ایک معاملہ ہو تا۔یہ اس بات کی دلیل ہے کہ قرائن کی بناپر فیصلہ کرنااور ظاہری نشانیوں اور فوری شواہد پر اعتماد کرنا شرعی اعتبار سے جائز ہے۔اس کا مقصد یہ ہے کہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے نسب کے الحاق میں شبہ پر اعتبار کیااور اس پر اعتماد صرف قیافہ شناس ہی کر سکتا ہے اس کے علاوہ اور کوئی نہیں کر سکتا۔ تو نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اس مشابہت کو نہ صرف معتبر ثابت کیابلکہ اس کو اپنے مشابہ کے ساتھ ملادیا"۔[21]

---

[20] بخاری،الجامع الصحیح،کتاب الفرائض،باب القائف،رقم الحدیث:۱۵۷

Bukhārī, Al-Jām`-ul-Sahīh, Kitāb-ul-Farāīdh, Bāb-ul-Qāif, Hadīth No.157.

[21] ابنِ قیم،الطرق الحکمیہ،ص:۱۰

Ibn-i-Qayyam, Al-Turuq-ul-Hukmiīīah Fī-all-Sīāsat-il-Shar`iīīah, P: 10.

۸۔پاؤں کی مشابہت کے قرینہ سے رشتے کا تعین:

اسی طرح قرینے کے جواز پر وہ حدیث بھی ہے جس میں باپ بیٹے کے پاؤں کی مشابہت کی وجہ سے آپ ﷺ نے بیٹے کے باپ کا تعین کر دیا اور اس حدیث کو امام بخاری نے روایت کیا ہے۔

”سیدہ عائشہؓ روایت کرتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ ایک دن گھر میں بڑے خوش و خرم میرے پاس تشریف لائے اور فرمایا کہ عائشہ تجھے نہیں معلوم کہ 'مجزز المدلجی" میرے پاس آئے اور انہوں اُسامہ اور زید کو اس حالت میں لیٹے ہوئے دیکھا کہ ان پر ایک ہی چادر تھی جو کہ اُن کے سروں کو تو ڈھانپ رہی تھی مگر پاؤں ان کے ننگے تھے تو انہوں نے اُن کو دیکھ کر فرمایا پاؤں ایک دوسرے سے ہیں یعنی ایک دوسرے کے مشابہ ہیں"۔[22]

اس حدیث میں بیان کردہ صورت حال پر اگر غور کیا جائے تو جو چیز واضح ہو رہی ہے وہ یہ ہے کہ حضرت اُسامہ اور حضرت زیدؓ دونوں کے رنگوں میں بڑا فرق تھا اور قیافہ شناس کا محض ان کے پاؤں کو دیکھ کر یہ حکم لگانا کہ یہ قدم ایک دوسرے سے ہیں، مطلب کہ نسبی اعتبار سے ان کا آپس میں تعلق۔ اس بات کو واضح کرتا ہے کہ چہروں اور جسم کے دیگر اعضا کی بناوٹ اور ان کے رنگوں کا اختلاف کسی بھی بچے کے ناجائز ہونے کی دلیل نہیں ہے بلکہ محض جسم کے ایک حصے کی مشابہت ان کے بچے کے جائز ہونے اور اپنے باپ کے نسب سے ہونے کی دلیل ہے قیافہ کو رسول اللہ ﷺ نے دلیل بناتے ہوئے لوگوں کی چہ میگویوں کو نہ مسترد فرمایا بلکہ حضرت اسامہ کے حضرت زید کے بیٹے ہونے کا فیصلہ بھی صادر فرمایا یہ سارا معاملہ محض قرینہ کی بنا پر تھا جس کو شرعی حجت بناتے ہوئے رسول اللہ ﷺ نے استعمال کیا اور نسب ثابت کر دیا۔

۹۔باکرہ کی خاموشی۔رضامندی کا قرینہ

معاملات نکاح میں باکرہ کی خاموشی کو رضامندی کی علامت قرار دیا گیا ہے جیسا کہ حدیث نبوی ﷺ سے ظاہر ہے :

”عَنْ أَبِي هُرَيْرَة، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لاَ تُنْكَحُ الأَيِّمُ حَتَّى تُسْتَأْمَرَ، وَلاَ تُنْكَحُ البِكْرُ حَتَّى تُسْتَأْذَنَ» قَالُوا: كَيْفَ إِذْنُهَا؟ قَالَ: «أَنْ تَسْكُتَ»۔[23]

[22] بخاری، الجامع الصحیح، کتاب الحیل، باب فی النکاح، رقم:۶۹۷۰

Bukhārī, Al-Jām`-ul-Sahīh, Kitāb-ul-Hiīal, Bāb Fī-al-Nikāh, Hadīth No.6970.

[23] ایضاً، رقم:۶۹۷۱

Ibid , Hadīth No.6971.

"حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ نے روایت کیا ہے کہ بے شک رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ بیوہ کا نکاح نہیں ہو گا جب تک اس کی رضا نہ ہو گی اور نہ ہی باکرہ کا جب تک اس سے اجازت نہ لی جائے اور عرض کیا گیا یا رسول اللہ ﷺ اس سے اجازت کیسے لی جائے؟ فرمایا اگر وہ خاموش رہے۔

اسی موضوع پر ایک اور روایت جس کو امام بخاری نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا سے روایت کیا ہے:" عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا، قَالَتْ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، يُسْتَأْمَرُ النِّسَاءُ فِي أَبْضَاعِهِنَّ؟ قَالَ: «نَعَمْ» قُلْتُ: فَإِنَّ البِكْرَ تُسْتَأْمَرُ فَتَسْتَحْيِي فَتَسْكُتُ؟ قَالَ: «سُكَاتُهَا إِذْنُهَا»"[24] "حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا سے مروی ہے، بے شک آپ رضی اللہ تعالی عنہا نے کہا کہ یا رسول اللہ ﷺ باکرہ تو (شرماتی) حیا کرتی ہے نہیں بولتی۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا اس کی خاموشی ہی اس کی رضا ہے"

اسی موضوع سے متعلق حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی سے ایک اور روایت یہ بیان کی گئی ہے کہ:

"قلت یارسول اللہ یستأمر النساء فی ابضاعهن؟ قال: نعم، قلت فان البکر تستأمر فتستحیی فتسکت، قال: سکاتها اذنها"[25]۔

"حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا سے روایت ہے کہ "میں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ کیا عورتوں سے ان کی شرمگاہوں کی اجازت طلب کی جائے گی تو آپ ﷺ نے فرمایا، ہاں، میں نے کہا کہ باکرہ سے کیسے اجازت طلب کی جائے؟ وہ تو حیا کی وجہ سے خاموش رہتی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس کی رضا اس کی خاموشی ہے" اسی موضوع پر ایک اور روایت سے ظاہر ہوتا ہے کہ:

"ان الرسول علیه الصلاة والسلام جعل سکات البکر او صمتها دلیلاً وقرینة علی رضاها"۔[26] بے شک رسول اللہ ﷺ نے باکرہ کی خاموشی کو اس کی رضا اور اس کو قرینہ اور دلیل بنایا ہے"۔ امام ابن فرحون اس حدیث

---

[24] بخاری، الجامع الصحیح، کتاب الاکراہ، باب لا یجوز نکاح المکروہ، رقم: ۶۹۴۶

Bukhārī, Al-Jām`-ul-Sahīh, Kitāb-ul-Ikrāh, Bāb Lā īajūzu Nikāh-ul-Makrūh, Hadīth No. 6946.

[25] ایضاً، رقم: ۶۹۶۵

Ibid, Hadīth No. 6965.

[26] ایضاً، رقم: ۶۹۴۸

Ibid, Hadīth No. 6948.

کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ "وهذا من أقوى الأدلة في الحكم بالقرائن[27]" یہ حدیث قرائن کی عمل کی سب سے قوی دلیل ہے۔

۱۰۔بلند اخلاق۔صدق کا قرینہ

نبی کریم ﷺ بڑے بلند اخلاق کے مالک تھے آپ ﷺ کے اخلاق کی گواہی تو قرآن نے بھی دی، اور اس کے ساتھ احادیث میں بھی آپ ﷺ کا اخلاق بیان کیا گیا ہے۔ ذیل میں دی گئی حدیث میں اخلاق سے آپ ﷺ کا صدق ظاہر ہوتا ہے جو کہ عمل بالقرائن کی واضح دلیل ہے۔ حدیث نبوی ﷺ میں فرمایا گیا ہے:

"عن عائشة أم المؤمنين رضى الله عنها قالت: (أول ما بدىء به رسول الله ﷺ من الوحى الرؤيا الصالحة فيى النوم، فكان لايرى رؤيا الا جاء ت مثل فلق الصبح الى ان قالت: فقال زملونى زملونى، فزملوه حتى ذهب عنه الروع فقال لخديجة واخبرها الخبر: لقد خشيت على نفسى- فقالت خديجة:كلا والله لا يخزيک الله أبدا انک لتصل الرحم وتحمل الكل، وتكسب المعدوم وتقرى الضيف وتعين على نوائب الحق"۔[28]

"ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا سے روایت کیا ہے آپ نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ پر وحی کی ابتدا ہوئی وہ نیند کی حالت میں رویا صالحہ تھی اور جب خواب دیکھا تو میرے پاس آئے اور فرمایا کہ مجھے چادر اوڑھادو، چادر اوڑھادو، پس میں نے آپ پر چادر اوڑھادی حتی کہ آپ سے وہ کپکپی جاتی رہی۔ پس آپ ﷺ نے حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالی عنہا کو اس بات کی خبر دی کہ مجھے اپنی جان کا خوف ہے۔ تو اس پر آپ رضی اللہ تعالی عنہا نے کہا کہ خدا کی قسم! اللہ آپ کو کبھی کو خوف زدہ نہیں کرے گا کیونکہ آپ صلہ رحمی کرتے ہیں، اور غریبوں کا بوجھ اٹھاتے ہیں، اور ناداروں کا بندوبست کرتے ہیں، اور مہمان نواز ہیں اور آفات کے وقت لوگوں کی مدد کرتے ہیں"۔

اس حدیث سے امام ابن قیم استدلال کرتے ہوئے لکھتے ہیں.

---

[27] ابن قیم، الطرق الحکمیہ، ص۱۲۸

Ibn-i-Qayyam, Al-Turuq-ul-Hukmiīah Fī-all-Sīāsat-il-Shar`iīah, P: 128.

[28] بخاری، الجامع الصحیح، کتاب بدء الوحی، باب کیف کان بدء الوحی الی رسول اللہ ﷺ، رقم:۳

Bukhārī, Al-Jām`-ul-Sahīh, Kitāb-o-Bad̓-il-Wahīi, Bāb Kaīfa Kāna Bad̓-ul-Wahīi Ilā Rasūl-il-Allah, Hadīth No.3.

"ان خديجة رضى الله عنها استدلت بالقرائن على صدق رسول الله ﷺ وعلو امره وظهوره وأنه سوف لن يخزيه الله ابدا، واقسمت على ذلک، وسكوت الرسول ﷺ واقراره لاستدلالها بهذه القرائن دليل على مشروعية القرائن وجواز الحكم بناء على الا مارات وظواهر الحال"۔[29]

حضرت خدیجہ نے رسول اللہ ﷺ کی صداقت کا قرائن کے ساتھ استدلال کیا ہے۔ کہ آپ کی بعثت ظاہر ہو گی اور آپ کا مرتبہ بلند ہو کر رہے گا اور اللہ آپ کو کبھی بھی آنے والے زمانہ میں پریشان نہیں کرے گا اور آپ کی خاموشی اور آپ کے اقرار سے اس بات پر استدلال کیا ہے کہ یہ قرائن کی مشروعیت اور اس کے جواز کی واضح دلیل ہے"۔ "امام ابن قیم اس کے بعد مزید وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ یہ قرینہ کی سب سے بڑی مثال ہے اور عمل بالقرائن پر کثیر صحابہ کرام متفق ہیں اور خلفائے راشدین اور ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور دیگر صحابہ کرام نے اس کی مخالفت بھی نہیں کی اور اسی طرح تابعین کی اکثریت اور ائمہ مجتہدین عمل بالقرائن کے جواز کے قائل ہیں اور اس کا اعتبار بھی کرتے ہیں خاص طور پر حدود کے معاملات میں اس پر اعتماد کرتے ہیں۔ اور اس پر مزید یہ کہ عمل با لقرائن پر صحابہ کرام کا اجماع بھی منعقد ہو چکا اور اس زمانے میں اس معاملہ میں کسی نے ان کی مخالفت بھی نہیں کی "۔ جیسا کہ امام ابن قیم لکھتے ہیں:

"ويكفينا فى انعقاد الاجماع فيى العمل بالقرائن اجماع الصحابة رضى الله عنهم فى الحكم بها، ولم يعلم لهم مخالف فى عصرهم"۔[30]

"اور ہمارے لیے کافی ہے کہ صحابہ کا عمل بالقرائن پر اجماع منعقد ہو چکا ہے اور یہی وجہ ہے کہ ان کی اس معاملے میں مخالفت ان کے زمانے میں ظاہر نہ ہوئی"۔ جیسا کہ امام ابن قیم نے کہا کہ صحابہ کرام کا عمل بالقرائن پر اجماع ہو چکا تھا۔

نتیجہ بحث:

قرآن وسنت کے دلائل کے مفصل جائزہ کے بعد یہ بات سامنے آئی کہ شریعت اسلامیہ میں قرائن اثبات جرم کا ایک قابل اعتماد ذریعہ ہے۔ قرآن مجید میں قرائن کی حجیت اور اہمیت پر کافی دلائل موجود ہیں ان میں واقعہ حضرت یوسف علیہ السلام سے بھی قرائن کے معتبر ہونے کا استنباط کیا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ یہ بھی واضح قرینہ

[29] ابن قیم، الطرق الحکمیہ، ص ۱۲۸

Ibn-i-Qayyam, Al-Turuq-ul-Hukmiīīah Fī-all-Sīāsat-il-Shar`iīīah, P: 128.

[30]۔ ایضاً، ص ۱۲۹

Ibid, P: 129

ہے کہ نیک لوگوں کا مساجد کا ہم نشین ہونا اور عبادت پر مداومت اختیار کرنا ان کے مومن ہونے کا قرینہ قرار دیا گیا ہے۔علاوہ ازیں ستارے انسان کی ہدایت اور رہنمائی کا عمدہ قرینہ ہیں۔اس کے علاوہ احادیث کی روشنی میں جو دلائل پیش کیے گئے ان سے بھی اس کی حجیت سامنے آجاتی ہے جس طرح فریقین میں سے کسی کے پاس اپنے دعوے کے حق میں کوئی گواہ موجود نہ ہونے پر دونوں کے پاس گواہ موجود ہونے کی صورت میں آپ نے ان کے بیانات کی روشنی میں ممکن حد تک صحیح صورت واقعہ کا علم حاصل کرنے کی کوشش کی اور قرائن کی روشنی میں آپ کا دل جس بات پر مطمئن ہوا،اس کے مطابق فیصلہ فرمادیا۔عمل بالقرائن کی یہ عمدہ مثال ہے کہ جنگ بدر میں دو انصاری لڑکے نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ہر ایک نے یہ دعویٰ کیا کہ ابو جہل کو اس نے قتل کیا ہے۔آپ نے دونوں کی تلواریں دیکھنے کے بعد یہ فیصلہ فرمایا کہ دونوں نے مل کر اسے قتل کیا ہے۔

احادیث کے دلائل میں یہ بات بھی بیان کی گئی کہ حضرت اُسامہ اور حضرت زیدؓ دونوں کے رنگوں میں بڑا فرق تھا اور قیافہ شناس کا محض ان کے پاؤں کو دیکھ کر یہ حکم لگانا کہ یہ قدم ایک دوسرے سے ہیں،مطلب کہ نسبی اعتبار سے ان کا آپس میں تعلق۔اس بات کو واضح کرتا ہے کہ چہروں اور جسم کے دیگر اعضا کی بناوٹ اور ان کے رنگوں کا اختلاف کسی بھی بچے کے ناجائز ہونے کی دلیل نہیں ہے بلکہ محض جسم کے ایک حصے کی مشابہت ان کے بچے کے جائز ہونے اور اپنے باپ کے نسب سے ہونے کی دلیل ہے قیافہ کو رسول اللہ ﷺ نے دلیل بناتے ہوئے لوگوں کی چہ میگوئیوں کو نہ مسترد فرمایا بلکہ حضرت اسامہ کے حضرت زید کے بیٹے ہونے کا فیصلہ بھی صادر فرمایا یہ سارا معاملہ محض قرینہ کی بنا پر تھا جس کو شرعی حجت بناتے ہوئے رسول اللہ ﷺ نے استعمال کیا اور نسب ثابت کر دیا۔

گویا قرائن کی حجیت دین اسلام میں مسلم ہے کثرت آیات اور احادیث سے قرائن کے معتبر ہونے کا ثبوت ملتا ہے اور احادیث و آثار سے اس کی اہمیت و افادیت کھل کر سامنے آگئی ہے۔

This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License